استحصالی ٹیکس کا خاتمہ ...عدل ترقی اور فلاح کے لیے زکوۃ پر مبنی نظام

تحریر :۔ جاویدایازخان

استحصالی ٹیکس کا تصور اور پس منظر

ٹیکس ایک عام سا لفظ ہےجس کا تصور ہر فرد کے ذہن میں وہ حکومتی ٹیکس ہوتا ہے جو اس فرد کو اپنی آمدنی ،پیداوار یا فروخت کے ایک حصے کے طور پر ہر سال ادا کرنا ضروری ہوتا ہے ۔یہ حکومتی وسائل کا اہم ذریعہ ہوتا جو حکومت چلانے اور لوگوں کی فلاح وبہبود کے کام کرنے کے لیے لیا جاتا ہے ۔ہمارے معاشی ڈھانچے کا سب سے بڑا المیہ یہ ہے کہ ٹیکس کا نظام عوام کی خدمت کی بجائے استحصال کا ذریعہ بن چکا ہے ۔اسے استحصالی ٹیکس کہنا کوئی مبالغہ نہیں ہوگا کیونکہ یہاں ٹیکس لینےوالا طبقہ طاقتور اور ٹیکس دینے والا کمزور ہے ۔ہمارے ہاں ٹیکس کا بیشتر بوجھ ہمیشہ تنخواہ دار طبقے ،دکانداروں ،چھوٹے کاروباری اور صارفین پر ڈالا جاتا ہے ۔جبکہ بڑے صنعتکار ،جاگیردار اور کارپوریٹ سیکٹر مختلف قانونی چھوٹوں اور غیر قانونی راستوں سے بچ نکلتا ہے ۔یہی وجہ ہے کہ استحصالی ٹیکس کا یہ نظام صرف دولت نہیں ریاست اور عوام کے درمیان قائم اعتماد بھی چرا لیتا ہے ۔جہاں اشرافیہ ٹیکس چوری کو فخر سمجھتی ہے اور ایماندار طبقہ اس بوجھ تلے دب کر رہ جاتا ہے ۔ حقیقی اصلاح تب ہی ممکن ہے جب ٹیکس کا دائرہ انصاف کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہو ۔طاقتوروں پر زیادہ اور کمزوروں پر کم ہو اور یہ ٹیکس کا پیسہ حکومت کی جانب سے دی جانے والی ریاستی سہولتوں میں دکھائی بھی دے ٗ ۔سوال یہ کہ اس استحصالی ٹیکس کے نظام سے نجات کیونکر ممکن ہو سکتی ہے ؟ کیا صرف زکوۃ پر مبنی نظام ہی اس کا حل ہے ؟ سوال یہ ہےکہ اسلامی احکامات کی روشنی میں حکومتی سطح پر ایسے کیا عملی اقدامات کئے جائیں کہ اس استحصالی ٹیکس کے نظام سے نجات مل سکے ؟۔ اور کیا صرف زکوۃ کے نظام کو ہی نافذ کرنے سے موجودہ معاشی ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں ؟ کیا صرف زکوۃ اس استحصالی ٹیکس کا متبادل بن سکتی ہے ؟ کیا ٹیکس کی طرح زکوۃ کی وصولی کے لیے سخت اقدامات کی ضرورت ہے ؟آج اپنی اس تحقیق میں انہیں سوال کا جواب ڈھونڈنے کی کوشش کرتے ہیں ۔لیکن پہلے اسلامی معیشت ،فلسفہ زکوۃ اور ٹیکس کے تقابل کو سمجھنا ضروری ہے ۔

اسلامی معیشت کا تصور اور فلسفہ، زکوۃ اور ٹیکس کا تقابل

کہتے ہیں کہ سورج بھی دنیا کو اتنا روشن نہیں کرسکا جتنا قرآن نے پوری دنیا کو علم کے نور سے روشن کردیا ہے ۔بےشک اسلام واحد دین ہے جو انسانی زندگی ہر پہلو کا احاطہ کرتا ہے اور دنیا کے ہر مسئلے کا حل اور رہنمائی اسلامی معیشت کے تصور میں موجود ہے ۔یعنی ایک منصفانہ ،عادلانہ اور فلاحی نظام جس کی بنیاد قرآن وسنت کے بنیادی اصولوں پر مبنی ہو ۔اسلامی معیشت کی روح عدل ہے اس لیےموجودہ استحصالی نظام کا خاتمہ بھی صرف اسلامی احکامات اور معاشی طرز پر ہی ممکن ہو سکتا ہے جو ایک ایسے معاشرۓ کو جنم دیتا ہے جہاں عدل ترقی اور انصاف کے لیے زکوۃ پر مبنی نظام ریاست اور عوام کے باہمی اعتماد کو مضبوط کرتا ہے یہاں یہ بات ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ ٹیکس اور زکوۃ دو مختلف چیزیں ہیں ۔ زکوۃ ایک دینی فریضہ اور عبادت ہے جبکہ ٹیکس ایک لازمی حکومتی قانون کے تحت مالی ذمہ داری ہے ۔جو حکومت کو ادا کر نا ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر وہ عائد کیا جاۓ ۔گویا زکوۃ اللہ کی نعمت کے شکر انے کے لیے اور ٹیکس حکومت وقت کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ہوتا ہے ۔ٹیکس قانونی معاملہ ہے اور ریاست کا ہر ایسا قانون جو شریعت کے خلاف نہ ہو ماننا فرض ہوتا ہےکیونکہ ملک کی رعایا میں غیر مسلم بھی شامل ہوتے ہیں جن پر زکوۃ فرض ہی نہیں ہوتی ۔اس لیے یہ خیال ضرور رکھا جانا چاہیے کہ ٹیکس منصفانہ طور پر بقدر ضرورت و حیثیت لگایا جاۓ جو لوگوں کے لیے قابل برداشت ہو اور خصوصی طور پر دولت مند طبقہ یہ بوجھ برداشت کرۓ اور وصولی کا طریقہ ایسا درست اور مناسب ہو جس پر لوگ اعتماد بھی کرتے ہوں اور ٹیکس کی رقم کو ملک وملت کے واقعی ضرورتوں اور مصلحتوں اور دفاع پر ہی صرف کیا جاۓ ورنہ یہ ٹیکس استحصالی ٹیکس شمار ہو گا ۔استحصالی ٹیکس کا خاتمہ تب ہی ممکن ہے جب اسلامی معیشت کی نمائیاں خصوصیات انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنائیں جائیں ۔استحصالی معیشت سے نجات اور اسلامی معیشت کے قیام کے لیے انفرادی اور اجتماعی کوشش ضروری ہوتی ہے انفرادی طور پر ہمیں بددیانتی ،ناپ تول میں کمی ،ملاوٹ ،دھوکہ دہی ،جھوٹ وفریب ، جوا،سٹے بازی ،سود ،رشوت جیسی بےشماراخلاقی برائیوں کو چھوڑنا ہوگا جبکہ اجتماعی اور حکومتی طور پر ذخیرہ اندوزی،ناجائز منافع خوری اورسود کی لعنت سے نجات حاصل کرنا ہو گا ۔

اسلام استحصالی ٹیکس کے خاتمے کے لیے نہ صرف نفسیاتی اور اخلاقی اصلاحات تجویز کرتا ہے بلکہ ادارہ جاتی ،قانونی اور معاشی اقدام بھی ضروری قرار دیتا ہے ۔ زکوۃ پورے سال میں ایک مرتبہ فرض ہے جس کا نصاب بھی مقرر ہے مگر مالیت کے ساتھ ساتھ بڑھتا رہتا ہے ۔اس بنیادی رکن زکوۃ کا مقصد صرف فقراء کی مدد نہیں بلکہ اسلام میں معاشی عدل کا نظام قائم کرناہے ۔یہ انسانی فریضہ اور دینی ذمہداری ہے ۔تاکہ دولت کے ثمرات عام آدمی تک پہنچ سکیں ۔یہاں بات صرف زکوۃ کی نہیں وہ تو ویسے بھی فرض ہے۔ بلکہ عدل ،شفافیت ،زکوۃ ،وقف،خیرات ،انفاق کا فعال استعمال ،امیروں کی ذمہ داری ،احتساب ،اور عوامی خدمات میں سرمایہ کاری کی بھی ہے کیونکہ اگر یہ سب مل جائیں تو اس استحصال کا خاتمہ ممکن ہو سکتا ہے ۔زکوۃ کو صرف مذہبی فریضہ ہی نہ سمجھا جاۓ بلکہ سماجی انصاف کا عملی ذریعہ بھی بنایا جاۓ ۔زکوۃ وقف کے نظام کو ٹیکس پالیسی میں ضم کیا جاۓ تاکہ دولت نیچے کی سطح تک پہنچ سکے گویا زکوۃ وصدقات کا ریاستی نظم قائم ہو سکے ۔سود اور احتکار (ذخیرہ اندوزی) پر واضح قانون اور پالیسی ہونی چاہیے ۔یعنی اشیاء ضرورت کو اور دولت کو روک کر مہنگائی پیداکرنے والوں کے لیے سخت قوانین بناۓ جائیں ۔عوامی فلاحی اخراجات میں ترجیحات کا درست تعین ہو عوامی فلاح ،تعلیم صحت ،انصاف اور دفاع پر خرچ ہو اور شاہانہ اخراجات ،طبقاتی مراعات اور غیر ضروری سہولتوں کا خاتمہ ہو سکے ۔حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا "کسی کو کسی پر برتری نہیں ،مگر تقویٰ کے سبب" اس بنیاد پر معاشی پالیسیاں "سرماۓ "کی بجاۓ "خدمت "پر مبنی ہوں ۔ اسلام دولت کو ذمہ داری سمجھتا ہے "اختیار "نہیں ۔دولت کی ذخیرہ اندوزی دراصل سود جیسی لعنت کو جنم دیتی ہے ۔گر ریاست ،عوام اور مذہبی قیادت مل کر اس فکر کو پالیسی ،مذہب اور اخلاق کی سطح پر اپنائیں تو موجود استحصالی نظام دھڑام سے گر پڑے گا ۔

موجودہ رکاوٹیں ،اصلاحی امکانات اور تجاویز

دنیا کے اکثر معاشی نظاموں کی جڑ میں ایک ہی زہر گھلا ہوا ہے جسے "دولت کا ارتکاز " یعنی چند ہاتھوں میں جمع ہونے والی دولت جو باقی انسانوں کے حصے کی خوشیاں چھین لیتی ہے ۔ ذخیرہ اندوزی کا مقصد بھی اپنی دولت کے ذخائر میں اضافہ ہوتا ہے ۔یہی وہ معاشرتی برائی ہےجو سود کی برائی پیدا کرنے کی ایک بڑی وجہ بنتی ہے ۔ اسی لیے سود کو حرام قرار دیا گیا ہے ۔ذخیرہ اندوزی اور سود کے خلاف اسلام نے سب سے پہلے آواز بلند کی اور جسکی ترجمانی صحابی رسول حضرت ت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے یوں کی ہے کہ "میں اس مال کو جو جمع کیا جاۓ اور اس سے امت کو فائدہ نہ پہنچے آگ سمجھتا ہوں " ان کا بیان کردہ مسئلہ کنزاور اس کا حل آج کے استحصالی نظام کا خاتمہ کر سکتا ہے ۔جہاں وہ ہر طرح کی ذخیرہ اندوزی سے منع فرماتے ہیں تاکہ دولت اور اشیاء کی گردش نہ رکے ۔ اسلام نےزکوۃ ،صدقہ ،انفاق فی سبیل اللہ اور وقف کا نظام دیا ہے یہ وہ معاشی اشاریے ہیں جو دولت کے بہاؤ کو روکے بغیر اسے سماج کے نچلے طبقے تک پہنچاتے ہیں ۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ادوار میں بیت المال صرف" جمع گاہ "نہیں تھا بلکہ عوامی بہبود کی "تقسیم گاہ "سمجھا جاتا تھا ۔جہاں صرف زکوۃ ہی نہیں خراج ،جزیہ ،مال غنیمت ، کانوں سے نکلنے والی معدنیات اور ان سے آمدنی اور لاواث وراثت اور خزانے اور دیگر ریاستی آمدنی نہ صرف رکھی جاتی تھی بلکہ عوامی بہبود اورغریبوں کی مدد پر خرچ بھی کی جاتی تھی ۔ زکوۃ کی وصولی کے لیے خلفاء راشدین نے جہاد تک کرنے کا عندیہ دیا تھا ۔پانچویں مسلمان صحابی رسول حضرت ابوزر غفاری رضی اللہ عنہ بھی اسی اصول کو زندہ کرنا چاہتے ہیں ۔اسلامی معیشت اور ذخیرہ اندوزی کے بارۓ میں ان کے فرمودات ہمیشہ معاشی نظام کے لیے مشعل راہ ثابت ہوۓ ہیں ۔سورۃ البقرا میں ارشاد ربانی ہے کہ" اے نبی لوگ تم سے پوچھتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں ؟ کہہ د و وہ جو تمہاری ضرورت سے زیادہ ہے " یہ آیتایک عظیم معاشرتی اصول بیان کرتی ہے کہ اسلام تم سے ساری دولت نہیں مانگتا بلکہ تمہیں یہ سکھاتا ہے کہ اپنی زندگی کی ضرورت اور دوسروں کی بھوک کا فرق محسوس کرو ۔اسلام توازن اور اعتدال کا دین ہے اور اسلام انسان کو مجبور نہیں کرتا کہ خود فاقہ کرۓ بلکہ یہ چاہتا ہے کہ نہ بخل ہو نہ اسراف ہاں اپنی ضرورت سے زیادہ دینا عبادت ہے اور ضروت سےکم دینا زیادتی ہے ۔یہ دراصل معیشت اور انسانی ہمدردی کا نچوڑ ہے کہ بندہ اپنی زندگی کا حساب صرف اس سے نہ لے کہ اس نے کتنا کمایا بلکہ اس سے کہ اس نے کتنا بانٹا ہے ۔زکوۃ کے ساتھ ساتھ ان اسلامی احکامات بجا لانے سے استحصالی ٹیکس کی ضرورت نہیں رہتی اور اسلامی معیشت اور معاشرہ پروان چڑھنے لگتا ہے ۔ٹیکس اور زکوۃ کے امتزاج اور معاشی عدل سے دولت کی یہ تقسیم حکومت پر ذمہداریوں کا بوجھ کم کرنے کا باعث بنتی ہے ۔زکوۃ کے بارۓ میں یہ خیال بالکل درست نہیں کہ یہ صرف سونے یا چاندی کی مخصوص مقدار سے زیادہ پر فرض ہے بلکہ زکوۃ ایکے دیگر اثاثوں پر بھی دینا فرض ہوتا ہے ۔ اسلام ایک جامع نظام ہے جو ہر اس مال پر بھی لاگو ہوتا ہے جو بچت یا تجارت کی شکل میں ہو اور بشرط وہ نصاب کو پہنچ جاۓ اور اس پر ایک سال گزر جاۓ۔زکوۃ تجارتی سامان ،مویشی جانور ،کھتی باڑی ،معدنیات کے علاوہ آجکل کی مندرجہ ذیل چیزوں پر بھی واجب ہے ۔جن میں بینک بیلنس،سیونگز ،اسٹاک اور شیئرز ،میوچل فنڈز ،ریٹائرمنٹ فنڈز ،کرنسی نوٹ شامل ہیں ۔اگر ہمارا معاشرہ زکوۃ اور انفاق کے مکمل نظام پر مبنی ہو تو یقینا" استحصالی ٹیکس کی نوبت ہی نہ آۓ۔

نتیجہ اور سفارشات

اسلام نے انسان کو دولت سے محروم نہیں کیا بلکہ اسے امانت دار بنایا ہے ۔قرآن نے مال کو "مال اللہ " کہا ہے یعنی انسان صرف اس کا امین ہے مالک ہرگز نہیں ہے ۔یہی سوچ اسلام کے معاشی انصاف کی بنیاد ہے ۔مگر سوال یہ ہے کہ کیا صرف زکوۃ ادا کردینا اس ا مانت کی ادائیگی کے لیے کافی ہے ؟ جواب یہ ہےکہ "زکوۃ صرف آغاز ہے انجام نہیں "بےشک اسلامی معیشت میں زکوۃ ایک فرض ضرور ہے مگر نظام عدل کا پہلا زینہ ہے ۔قرآن میں جہاں زکوۃ کا ذکر آیا ہے وہیں "انفاق فی سبیل اللہ " اور حق معلوم کا تصور بھی ساتھ آیا ہے ۔یہ حق معلوم دراصل زکوۃ سے آگے کا درجہ ہے یعنی صاحب نصاب کے مال سے زکوۃ کے بعد ایک ایسا حصہ بھی ہے جو محض فرض ،قانون سے نہیں بلکہ ضمیر سے ادا ہوتا ہے ۔زکوۃ سے نیت صاف ہوتی ہے مگر انفاق سے دل نرم ہوتا ہے ۔اور وقف سے معاشرہ مضبوط ہوتا ہے ۔اگر کوئی شخص زکوۃ تو دیتا ہے مگر اپنی دولت کو سماج سے منقطع کرکے اپنی تجوریوں یا بینکوں میں بند رکھتا ہے تو وہ دراصل "کنز" یعنی دولت کیی ذخیرہ اندوزی شمار ہوگی ۔اسلام دولت کو منع نہیں کرتا بلکہ اسے گردش میں رکھنے کا حکم دیتا ہے تاکہ دولت چند ہاتھوں میں محدود نہ رہے کیونکہ دولت کی ذخیرہ اندوزی سود کا باعث بنتی ہے قرآن فرماتا ہے کہ "تاکہ مال تمہارے امیروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتا رہے " (سورۃ الحشر)بےشک زکوۃ اور انفاق پر مبنی نظام ہی استحصالی ٹیکس سے نجات کا ذریعہ بن سکتا ہے ۔جب ہم زکوۃ اور مروجہ ٹیکس کے ساتھ اپنی ضرویات زندگی پوری کرکے جو کچھ بچے خواہ وہ مال ،وقت ،علم ،کپڑا ،اناج یا محنت ہو وہ بھی اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں ۔ایسے پاکستان کی تعمیر کا خواب جو استحصال ،قرض اور غربت سے آزاد ہو اور عدل ،خوشحالی ،اعتماد ،شمولیت پر مبنی ہو تب ہی دیکھا جاسکتاہےجب ہم انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنا اپنا کردار ادا کریں ۔یہ عملی واخلاقی انقلاب آج کی ضرورت بن چکا ہے ۔اسلام چاہتا ہے کہ دولت معاشرے میں گردش کرۓ تاکہ امیراور غریب کے درمیان فرق کم ہو اور معاشی توازن برقرار رہے ۔یقینا"استحصالی ٹیکس سے نجات صرف زکوۃ کی مکمل اور درست ادائیگی اور وصولی سے ہی ممکن ہوسکتی ہے ۔جبکہ اسلامی معیشت سرمایہ دارا نہ اور اشتراکی نظاموں سے مختلف اور منفرد ہے ۔اس کا مقصد صرف مالی ترقی نہیں بلکہ معاشرتی فلاح بہبود ،اخلاقی پاکیزگی اور عدل کا قیام بھی ہوتا ہے ۔بنیادی تصور توحید اور ملکیت الہی ،عدل وانصاف اور رزق حلال اور کسب معاش ہے اور ربا یعنی سود قمار یعنی جوا اور ذخیرہ اندوزی اور ناجائزمنافع خوری ممنوع ہیں جبکہ زکوۃ ،وراثت کا نظام ،انفاق فی سبیل اللہ اور صدقات ،بیت المال اور اسلامی بینکاری وہ عوامل اور ادارےٗ ہیں جن کے ذریعہ مالی عدل وفلاح کو ممکن بنایا جا سکتا ہے ۔